شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کلید جنت

یوم عاشورہ ماتم کا دن ہے

بجواب

مضمون "شہید کربلا" اخبار رہبر دکن محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

از

الطاف احمد انصاری (حنفی)
سابق مہتمم تعمیرات اسٹیٹ نواب الا جنگ بہادر



بمطبع ترقی دکن طبع شد

تصحیح

قبل ازیں جبکہ یہ مضمون شائع کیا جارہا تھا میں اپنے انجینیرنگ فنی کاروبار کے سلسلہ میں چند دنوں کے لئے بیرون حیدرآباد چلا گیا اور اپنے احباب کے سپرد طباعت کا کام کر گیا۔ اس ضمن میں مجھے خیال تھا کہ عند الضرورت عالیجناب نواب عنایت جنگ بہادر سے جو حضرت امام حسین سے خاص عقیدت رکھتے ہیں مالی امداد کی خواہش کیجائے بدیں خیال میری عدم موجودگی میں اس ارادے کی تکمیل کے پہلے ہی احباب نے اس امر کا بلا مناسبت اظہار کر دیا نیز میرے اس ناچیز مضمون کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے ہوئے اشاعت میں عجلت بھی فرمادی جس کا تردد ہے۔

یہ میری قلمی خدمت محض خوشنودی امام کی غرض سے ہے اور اب احباب کے اصرار پر دوبارہ بعد تصحیح مضمون ہذا کو کثیر تعداد میں پیش کرتا ہوں۔ خواہشمند اور تشنہ لب صاحبان جناب سید مولوی علی حسین صاحب مالک رئیس دکن بوٹ فیکٹری چھتہ بازار سے حسب ضرورت مفت طلب فرماسکتے ہیں۔

انصاری

تمہید

"شہید کربلا" کے عنوان سے ایک مضمون، محرم الحرام ۱۳۵۱ھ کے "رہبر" اخبار دکن

میں شائع ہوا ہے جو مولوی قاضی عبدالمجید صاحب قریشی ایڈیٹر "ایمان"

بٹی ضلع لاہور کے خشک ذہانت کا نتیجہ ہے۔ مولانا صاحب یوم شہادت کو

یوم عید سمجھتے ہیں اور مسلمان حُب حسین علیہ السلام میں جسقدر ماتمی قربانیاں

ہر سال کرتے ہیں۔ وہ انکی نظروں میں بت پرستی سے زاید وقعت نہیں رکھتیں

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چند دل آزار الفاظ آخیر مضمون پر تحریر فرمائے ہیں

جس سے مُحبان حسین علیہ السلام میں بلا تفریق مذہب و ملت ایک ہیجان پیدا

ہوگیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگار صاحب نے نہایت تنگ نظری سے کام لیا

اور ان کا زاویۂ نگاہ بدنیتی اور کمزوری ایمان پر دلالت کرتا ہے۔

نہ معلوم وہ کس دل سے یوم شہادت کو یوم عید تصور کرتے ہیں حالانکہ

وہ جانتے ہیں کہ اس دن کو روز اول سے آج تک جن و ملائک رشی

مُنی۔ پیغمبر و ولی روتے چلے آئے ہیں اور زندہ اور قدرتی مثال یہ ہے کہ

مخلوق خدا ہر سال رو رہی ہے اور روتی چلی جا رہی ہے اب غور کیجیے

کہ یہ دن عید کا ہو سکتا ہے یا ماتم کا؟

[illegible]

جرأت کرتا ہوں گو میں اس کا معترف ہوں کہ میرے قلم شکستہ رقم میں

شگفتگی نہیں ہے کہ رنگینی عبارت سے آپ کو خوش کر سکے مگر ہاں یہ ضرور امید رکھتا

ہوں کہ خدا کے فضل و کرم اور سچی محبت و خلوص کے اثرات سے جو مجھے سید الشہدا

امام الثقلین سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے کہ یہ میری سچی محنت

رائیگاں نہ جائے گی۔

المختصر

یہ مضمون آپ پڑھیں۔ دوسرے عزیز بھائیوں تک بلا لحاظ مذہب

ملت پہونچا دیں اور انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ حب حسین سے اپ اس کو

پیش کریں تاکہ ہر شخص اس تجلی سے منور ہو اور زندگی امام حسین جیسے حقیقی ایثار

قربانی کا سبق حاصل کر سکے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔

خادم اسلام

الطاف احمد انصاری

۱۵ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

تہمت قتل مٹائے سے نہیں جائے گی ۔ خون ناحق سر سرخی ہے افسانے کی

یوم عاشورہ ماتم کا دِن ہے

ولنبلونکم بشیٍ من الخوفِ والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات ؕ و بشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

(خدا فرماتا ہے کہ ہم ضرور تمہارا امتحان لینگے ایک ذرے خوف سے بھوک سے۔ اموال سے جانوں سے اور ثمرات کی کمی سے اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خوشخبری پہنچا دو ان لوگوں کو جو مصیبت میں پڑنے کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو خدا کے واسطے بنائے گئے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔)

یہ آیتہ کریمہ ایک میزان ہے جس میں پروردگار عالم کسی ایک ہستی کو انتہائی مصیبت میں مبتلا کر کے اس کے صبر و شکر۔ اطمینان و استقلال کو ثبوت وحدانیت و فتح حق کے لئے پیش کرنا چاہتا ہے۔ یاد رکھیئے اس امتحان کے لئے خوفِ ظلم۔ پائمال نفس۔ بربادی مال۔ قربانی جان۔ خون معصوم۔ ضروری مضامین ہونگے۔ یہی نہیں ہوگا بلکہ نتیجہ میں وہ بندہ معبود یہ بھی کہے گا کہ یہ کچھ حق کیلئے ہے کیونکہ وہ حق کی طرف سے آیا ہے اور حق کی ہی طرف جا رہا ہے۔

اسباب اختلاف آفرینش سے لیکر آج تک کے زمانہ پر نظر ڈالئے غور کیجئے۔ سوچئے

مطالعہ وسیع کیجئے۔ بتلائیے وہ کون سی ہستی ہے جس نے جان، مال، ثمرات
کی کمی یا پائمالی کے خوف سے اپنا خون نہیں بہایا بلکہ قدرت کے اٹل احکام
قدرت کی خوشنودی۔ قدرت کے واحد مذہب کے لئے سب کچھ عملاً وقف کر کے
قدرت کی پیاری مخلوق کو گمراہیت سے بچا لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ ذاتِ بابرکات امام عالی مقام جناب حسین علیہ السلام
کی ہے اور کیوں نہ ہو۔ آپ اُس آخری نبی کے پیارے نواسے ہیں جس میں خلافت
آدم، سلطنت سلیمان، حُسن یوسف، خُلّت ابراہیم، کلام موسیٰ۔ عبادت یونس
شکر نوح وغیرہ وغیرہ تمام صفتیں موجود تھیں یہی نہیں بلکہ محبوبیت۔ ولایت
شفاعت نبوت۔ رسالت۔ رویت الٰہی قرب اتم۔ شفاعت اعظم۔ جہاد
فی سبیل اللہ۔ علم وسیع عرفان صریح اور اجتہاد کے تمام کمالات کا گہوارہ تھا۔
مگر ہاں یہ یاد رکھئے کہ اس کو ایک کمال شہادت جبریہ بہ نفسہٖ قیام ازل سے
نہیں عطا ہوا تھا کیوں نہیں ہوا تھا؟ یہ خود ایک اہم مسئلہ ہے۔ تاہم یوں سمجھ لیجئے کہ
قدرت توحیدی چمن کے قریب ترین پھول کو یہ مرتبہ عظیم عطا کرنا چاہتی تھی
کیونکہ وہ جانتی تھی کہ پودا اسلام ابھی ہری بھری ہے اور لہلہا رہی ہے ان کو
یقینی گمراہیت خزاں بن کر آئے گی اس وقت ایک اور دفعہ خون حق سے
سینچنے کی ضرورت ہو گی۔ پس اس نے کلام پاک میں پیشتر سے ہی یہ خبر دیدی

اس پود کی جڑیں نہیں ہل سکتیں حقیقت یہ ہے۔ کلام شاہ دکن

ہی ذبح عظیم اک سند خاص اسی کی ؛ یہ واقعہ تشریح ہی عنوان جلی کی
عنوان اگر چشم حقیقت سے پڑھو ؛ شبیر پر دیں شہادت ہی نبی کی

ممکن ہی کہ آپ یہ کہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت محض اسی لئے اہم
و عجیب و غریب ہی کہ وہ نواسہ رسول تھے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے
یا اہلبیت میں اُن کا شمار تھا نہیں اگر ہم یہ سب کچھ بھی کچھ دیر کے لئے نظر انداز کردیں
تب بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ شہادت عدیم النظیر اور کثیر الآثار ہے۔ آہ! غور تو
کیجئے کہ دشمنوں کی فوج کثیر اس کے درپے ہی کہ جناب حسین علیہ السلام یزید پلید
کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ صداقت کے سامنے خوشامد اور حق پوشی کو ترجیح دیں
مگر بیکس مظلوم امام ایک دیوتا ہے کہ انکار کیئے چلا جاتا ہے اور فانی دنیا کی ظاہری
ٹیپ ٹاپ پر لات مارتا ہے۔ دشمنوں کے مظالم کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ مٹھی بھر قافلہ
پر پہرہ بندی کیجاتی ہے معصومین پر تیر برسائے جاتے ہیں دریا کا کنارہ
آنکھوں کے سامنے ہے مگر قطرۂ آب سے ترسایا جارہا ہے بچے پیاس سے تڑپ
رہے ہیں العطش العطش کا شور ہو رہا ہے مختصر یہ کہ نتیجہ یہاں تک پہونچتا ہے کہ
آپ کے مٹھی بھر اصحابی کھلتے ہوئے چمن رسول کے پھول تیر دل اور

تڑپ کر جان دیتے ہیں۔ مگر دشمن ہیں کہ رحم کا نام نہیں۔ میں نے تمہید اس قدر
لکھنے کی اس لیے ضرورت سمجھی کہ میں اپنے دوست کو یہ سمجھا سکوں کہ وہ اس
شہادت سے عید کسطرح اخذ کرتے ہیں۔ اگر ان کے دل میں کچھ بھی چمک
ہے تو سچائی سے قلب پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ یہ دن عید کا ہو سکتا ہے یا ماتم کا،
خوشی کا ہو سکتا ہے یا گریہ وزاری کا؟ ہنسنے کھلکھلانے کا ہو سکتا ہے یا اشک
شوئی کا؟ اکڑ کر چلنے کا ہو سکتا ہے یا سینہ کوبی کا؟ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم اسوۂ حسینی
کو اپنے لیے نمونہ نہ بنائیں۔ بنائیں۔ ضرور بنائیں۔ آمین خدا توفیق دے۔ انکی
مصیبتوں پر صبر کرنا سیکھیں اپنی تنگدستی میں انکی بے سرو سامانی کا خیال کریں
ان سے توکل و اخلاص و استقلال و استقامت کو بہ تعمق مطالعہ کریں۔ بلاشک
ان کی شہادت میں تسلیم و رضا ثابت قدمی۔ راسخ الایمانی۔ راست بازی استواری
وفاداری حق شناسی حمیت اسلامی۔ حلم و قناعت۔ بے طمعی و بے غرضی ہمدردی
محبت قربانی دلیری شجاعت و صبر و انکساری چمک رہی ہیں جن کی روشنی سے
ہم اپنے تمدن معاشرت کی اصلاح کر سکتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ دن
شہادت یوم عاشورہ کو ہی تصور کر کے سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا بقیہ سال بھر
بھی زندگی میں کچھ نہیں کر سکتے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ذہنیت ہی قابل نفریں ہے
خدا ہم کو راہ راست پر قائم رکھے۔ آمین

ایک معاملہ ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آجایا کرتا تھا

ایک دن ان کا پیارا حسینؑ شہید ہوگا اور کس طرح شہید ہوگا! اسطرح نہیں کہ جس طرح حضرت اسماعیل کی قربانی ہوئی کہ جہاں جانِ ملت ابراہیم دنبہ کی آڑ میں محفوظ ہو گئی بلکہ اہلبیت کو میٹ دیا جائیگا تو زار زار رویا کرتے تھے۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ صاحب موصوف کو رسول اللہ سے محبت ہے یا نہیں اگر ہے تو ان کی تعلیم پر عمل کیجئے۔ آپ شہادت کے بعد بھی شہادت کے دن دو آنسو ہی بہا دیا کیجئے تاکہ رسول اللہ یہ سمجھ سکیں کہ شہادت حسین کے واقعہ پر زمین و آسمان جن و ملائک ہی نہیں روتے بلکہ ان کی اُمت بھی آنسو بہاتی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ دن گریہ و زاری کا ہے عید کا نہیں۔

اگر آپ ہندو کتب ملاحظہ فرماتے ہیں تو کتاب کھنڈ ال لشبشٹ من مراۃ المخلوقات مولفہ شاہ عبد الرحمان چشتی مطالعہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چلیگا کہ زمانہ تریگ میں یعنی اُس زمانہ میں جب تک حضرت انسان پیدا بھی نہیں ہوئے تھے صرف جن و فرشتے ہی مخلوقات میں سے تھے۔ اس وقت مہادیو نے پاربتی یعنی اپنی پیاری بیوی سے کہا تھا کہ زمانہ کلجگ میں ایک شخص مہمت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوگا۔ اوس کے نواسے پر ایسا ظلم ہوگا کہ کسی پر نہ ہوا ہوگا۔ اور یہ کہہ کر اس اظہار تاسف کیا یہ سب کچھ ہے۔ مگر ہماری ذہنیت یہ ہے کہ ہم اُس دن کو عید کا دن شمار کرتے ہیں اور بے حیائی پر کمر بستہ ہیں۔ افسوس صد افسوس بہت ممکن ہے کہ آپ ایسی واقعات کے تحت متاثر نہ ہوں لیکن واقعات

شہادت پر ہی غور فرمائے دشمن امام حسین علیہ السلام مقابلہ کر رہے ہیں۔ جب کبھی ان کو یکایک یہ خیال آتا تھا کہ رسول اللہ کا نواسہ ہے جو ایک نیک نفس۔ مجاہد و موحد ہے۔ تو بسا اوقات کانپ جاتے تھے۔ لیکن پھر وہ اسی فعل کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ کم از کم انکو زر و جواہر طمع و لالچ کا چکر تھا۔ مگر ہمارے صاحب موصوف کو خدا جانے کونسا لالچ ہے کہ ان کے قلب پر میل تک نہیں بلکہ اس دن کو وہ عید کا دن قرار دیتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت امام حسین نے جب معصوم ننھے کلولیاں کرتے۔ پیاسے علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر دشمناں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اے میری نانا کے امت کے لوگو " اگر میں تمہارا دشمن ہوں اور تمہاری آنکھوں میں کھٹک رہا ہوں تو میری ذات تک ہر اہم ایذا روا رکھو۔ مگر اس بچہ پر رحم کرو۔ اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ تو دشمن یہ سنکر منہ پھیرنے لگے اور سہم گئے۔" اب دور جدید کی ذہنیت کو ملاحظہ فرمایئے کہ وہ ایسے اہم ترین واقعات کو یوم عید کی عینک سے دیکھنا چاہتی ہے اور ذرا شرم نہیں کرتی۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جناب امام عالی مقام میں علاوہ صوری کمالات شریعت کے تمام معنوی اسرار عرفان بھی متجلی تھے حقیقتاً یہ ذات بابرکات اپنی اور تا قیامت تک کے لیئے واحد تھی۔ لاثانی تھی۔ اس کا ہمعصر زہد و عبادت۔ اتقاد پرہیزگاری میں کوئی نہ تھا۔ مگر دشمن اس کو کسطرح مٹانا چاہتے تھے۔ یہ اظہر من الشمس ہے مجتبع

بیان نہیں یعنی ظلم و ستم کا انتہائی دور گذر رہا ہے۔ مگر صاحب موصوف اور ان کے ہم خیال ہیں کہ اپنی شقی القلب کی بانسری میں عید کا راگ گا رہے ہیں۔ خدا کے لئے غور کیجئے کہ ایسا امام جس کی بزرگی و عظمت کی پیشگوئی تمام انبیاء کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کرتے ہیں جن و ملائک کرتے ہیں جو جناب رسول خدا کی تفویض سعادت جناب علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی تعلیم و طریقت بنت الرسول حضرت فاطمۃ الزہرا کی آغوش سیادت اور جناب امام حسن علیہ السلام کی ظل بزرگی و عظمت کے سایہ کا کھلونا ہے۔ وہ باغ نبوت کے پھولوں کو امت کیلئے میدان کربلا میں نچھاور کر رہا ہے۔ بھوک پیاس اور ہر قسم کی انتہائی تکالیف کے تحت قربانیاں پیش کرتا ہے یہی نہیں خود اپنا سر کٹوا کر ایک طشت میں سر بسجود نظر آتا ہے نہیں نہیں چھڑیوں سے بے ادبیوں کا متحمل ہوتا ہے بتلائیے اب وہ کونسا دل ہوگا جو غم حسین کے تصور میں پسیج نہ جائے ایسی صورت میں صاحب موصوف سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دن عید کا ہو سکتا ہے یا حقیقتاً ماتم کا۔

یاد رکھئے یہ دن ماتم کا ہے۔ ہم اپنے امام عالیمقام کی تکالیف پر نظر ڈال کر اظہار رنج کریں تاکہ ایمان میں پختگی اور استقلال میں جرأت پیدا ہو۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اگر آپ عاشورہ کے دن ماتم کرینگے تو تمام سال مظلوم کی ذات بابرکات سے مستفید ہونگے ورنہ اگر ہماری آنکھوں میں بے حیائی کا پانی ڈھل گیا ہے تو یہ قدرت کی طرف سے موتیابند کی مہر ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ توجہ شرط ہے۔ جب نتیجہ

سمجھ لیجئے کہ وہ قبرستان میں مسجد بننے کے قابل ہے رونا زندگی ہے، زندگی کے معمہ کو رونا ہی حل کر رہا ہے۔

ایک بیج جب کہ خشک زمین میں پھینکا جاتا ہے وہ زندگی نہیں پا سکتا تاوقتیکہ وہ زمین سے مل کر اس قدر نہ روئے کہ اشکوں سے وہ غسل نہ کرے۔ یہ ماتم کی تری اس کو زندگی بخشتی ہے تب وہ دور زندگی کی کڑیاں کاٹنے کے لائق ہوجاتا ہے وہ نخل تمنا لاتا ہے اور سطح ارضی پر بارآور وہنال ہوتا ہے۔

ہجری سن کے شروع سال کی ابتدا رونے سے ہے جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ بقیہ سال میں ہم اپنے اس ماتم سے سبق سیکھ کر احتیاط سے قدم اٹھائیں مقصد صرف یہ ہے کہ یہ دن عید کا نہیں ہے بلکہ ماتم کا ہے اشک شوئی کا ہے سینہ کوبی کا ہے اور ان تمام حرکتوں سے حب حسین نمایاں کرنا ہے تاکہ آنسو بہا کر اسوہ حسین سے اپنی زندگی میں روشنی پیدا کریں۔

یہ صحیح ہے کہ مسلمان بلاتفریق فرقہ بندی حب حسین کے لئے ایام محرم میں مکان آراستہ پیراستہ کرتے ہیں صاف کپڑے بھی پہنتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ فوج یزید نے بھی یہی کیا تھا وہاں بھی آراستگی پیراستگی کا دور دورہ تھا ایسی صورت میں حب حسینؑ کا امتیاز ہونا ہمارے صاحب موصوف کو مشکل ہو رہا ہے اور وہ ایسی خلط ملط سے عید کا نمونہ پیش کرکے ایک آنکھ سے تمام معاملہ پر روشنی ڈالنی سعی کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھیے یہ کور نظری ہے نگاہ تعمق درکار ہے۔ محبان حسین اور دشمنان حسین کے درمیان ایک خط ہے اور وہ

مختصر یہ کہ میں مگر یہ عرض کرونگا کہ یہ دن عید کا نہیں ہے بلکہ ماتم کا ہی ماتم ہیں یا

فلاح ہی جو روحانیت سے تعلق رکھتا ہی جب کہ ہم اپنی روح کو غم حسین سے غسل دیتے ہیں وہ نکھر

جاتی ہے وہ چمک جاتی ہے۔ وہ اس لائق ہو جاتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی زندگی

سے سبق سیکھ سکے اور دنیا کو حق و ناحق کے درمیان واضح طور خط امتیاز دے، کہ مسلمان ایسے

ہوتے ہیں۔

اب صرف ایک سوال اور باقی ہی اور تعزیہ داری کا ہی صاحب موصوف نے ادبی دنیا میں

خوب کس کر اس معاملہ پر روشنی ڈالی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ تعزیہ داری کسی طرح بت پرستی سے

کم نہیں ہے بلکہ زیادہ ہی یہ ان کا خیال خام ہے۔ جب وہ خود اس امر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ

تعزیہ داری صرف دو یوم کی زندگی رکھتی ہے وہ تعزیہ جو حقیقتاً ڈھانچ سے بنایا

جاتا ہے۔ وہ صرف ایک خیال اور تصور ہے اور ماتم کے لئے ایک شبیہ ہے۔ جو چیز

کسی پاک ہستی کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے وہ متبرک ہو جایا کرتی ہے مثلاً یوں

سمجھ لیجئے کہ قرآن شریف کاغذوں پہ محرر ہے اب اس کو آنکھوں سے لگاتے ہیں

کلیجہ سے لگاتے ہیں، چومتے ہیں۔ محبت بھری نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہیں۔

اگر میں دریافت کرتا ہوں کہ الف لیلا کے قصہ کی کتاب کو اس قدر محبت بھری نگاہوں

کیوں نہیں دیکھا جاتا اس کے کاغذ کیا آپ کو اژدہا نظر آتے ہیں۔ حالانکہ ایسے

ہی دی کاغذ ہیں جو قرآن شریف میں ہیں بات یہ ہے کہ وہ کاغذ کلام الہی کے لئے

وصف و راس طرف منسوب کردے گئے اور الف لیلا ایک عوام اور عامی کا قصہ ہے

یہی حال تعزیوں کا ہے تعزیہ صرف ایک شبیہ روضہ امام ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ شقی القلب

جو حب حسین سے مس نہیں کرتے۔ وہ بھی کم از کم مصائب امام کے تصور میں دو آنسو ہی بہا دیا

کریں اور قرب الٰہی حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ دو دن کے بعد وہ تعزیے دفن کردئے

جاتے ہیں تاکہ ہمیشہ رکھنے سے احتمال شرک نہ ہو جائے جو بت پرستوں۔ کج فہموں بیوقوفوں

کو اعتراض کا موقعہ دیکھے۔ کہنے کی غرض یہ ہے کہ تعزیہ بت پرستی نہیں ہے۔ بت پرستی شبیہ

مراد کی مستقل تصویر ہوتی ہے ورنہ کسی بت پرست سے کہیئے کہ وہ اپنے بت کو دریا میں

بہا دے وہ ہرگز ایسا نہ کریگا لیکن تعزیہ ۲ دو دن کے بعد رخصت کر دیا جاتا ہے اور حرمت

کے لحاظ سے اُس کے منسوبہ کاغذات کسی خاص مقام پر دفن کردے جاتے ہیں۔

رہا منتوں کا سوال منتیں تعزیوں سے نہیں مانگی جاتیں۔ وہ منتیں خدا سے

مانگی جاتی ہیں اور واسطہ شہید کربلا بن ہوتا ہے میں کہہ چکا ہوں کہ کاغذات تعزیہ

تو خود دو دن کے بعد دفن کر دئے جاتے ہیں۔ اُن سے منت مانگنا کیا قرین

قیاس ہو سکتا ہے یا خواہ مخواہ بے تک ہانکنے کی عادت ہے اور قوم کے صحیح جذبات میں

پرسنے والے ماتم کے موتی رو کر قوم کو ہمیشہ کیلئے دفن کرنا چاہتے ہو۔

اگر کچھ بھی عقل سلیم ہے تو پتہ چلیگا کہ یہ تعزیہ داری اور ماتم کا نتیجہ ہے کہ آج جب کفار

اور دشمنوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہی تعزیہ داری کے ساتھ ماتم کرنے والے اکھاڑے

بنا کر چلنے والے شہادت کے جوش میں خون بہانے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں اور جو خالی اپنا

وقربانی کے اسباق خشک آنکھوں سے پڑھتے ہیں وہ میلوں ہوتے ہی فرار ہو جاتے
ہیں اور پیٹھ پھیر کر بھی اُسطرف کا رخ نہیں کرتے مختصر یہ کہ تعزیہ داری ۔ ماتم
اکھاڑے ۔ دُلدل ۔ بروز عاشورہ اسلام کی زندگی ہے اِس کو تازہ کرنے سے
سال بھر کے لئے قوم بیدار ہو جاتی ہے اور وقار اسلام کو قایم رکھنے کے لئے ہمیشہ کمربستہ
اور سینہ سپر نظر آتی ہے۔

مبارک ہیں ۔ وہ ہستیاں جو ماتم حسین کرتی اور ان کی یادگاریں اپنی قوم کو شائق نذار
اور میدان کشمکش میں کارآمد تیار کرتی ہیں۔ اگر غور سے کام لیا جائے تو یہ رسم و رواج
بہتر۔ عمدہ اور خوب ہی کیونکہ اس میں جسمانی اور روحانی ہر دو کی فلاح کا راز مضمر ہے
تمام قوم ایک مرکز پر متحد ہو کر شان اسلام کا ثبوت دیتی اور شوق شہادت
میں سینہ سپر نظر آتی ہے

اب میں آخر میں جناب امام عالیمقام حضرت سید الشہدا حضرت سیدنا حسین علیہ السلام
اور ان کے تمام اہل بیت اطہار اور اعوان و انصار پر جو میدان کربلا میں
جام شہادت سے مسرور ہوئے رحمتوں اور برکتوں کے پھول برساتا ہوں۔

درود اُن پہ لاکھوں سلام اُن پہ لاکھوں
تصدق ہوں جانیں تمام اُن پہ لاکھوں

ان کی مظلومی و خدا ترسی ہمیں بھی غضب الٰہی سے بچنے کے لئے سہارا

دے۔

آمین ۔ ثم ۔ آمین ۔

خادم اسلام

انصاری

۱۰ امرتیر سنہ ۱۳۴۱ف مطابق ۲۲ مئی سنہ ۳۲ء

م ۱۵ محرم سنہ ۱۳۵۱ھ

